© rasailojaraid.com

تفہیم القرآن

الشعراء

(۲)

موسیٰ نے کہا "پھینکو جو کچھ تمہیں پھینکنا ہے"۔

انہوں نے فوراً اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینک دیں اور بولے "فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے"۔[1] پھر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا تو یکایک وہ ان کے جھوٹے کرشموں کو ہڑپ کرتا چلا جا رہا تھا۔ اس پر سارے جادوگر سجدے میں گر پڑے اور بول اٹھے کہ "مان گئے ہم رب العٰلمین کو ــ موسیٰ اور ہارون کے رب کو"۔[2]

---

[1] یہاں یہ ذکر چھوڑ دیا ہے کہ حضرت موسیٰ کی زبان سے یہ فقرہ سنتے ہی جب جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو یکایک وہ بہت سے سانپوں کی شکل میں حضرت موسیٰ کی طرف لپکتی نظر آئیں۔ اس کی تفصیل قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بیان ہو چکی ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ، جب انہوں نے اپنے انچھر پھینکے تو لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا، سب کو دہشت زدہ کر کے رکھ دیا، اور بڑا بھاری جادو بنا لائے۔ سورۂ طٰہٰ میں اُس وقت کا نقشہ یہ کھینچا گیا ہے کہ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى، یکایک ان کے سحر سے حضرت موسیٰ کو یوں محسوس ہوا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑی چلی آ رہی ہیں، اس سے موسیٰ اپنے دل میں ڈر سے گئے۔

[2] یہ حضرت موسیٰ کے مقابلے میں ان کی طرف سے محض شکست کا اعتراف نہیں تھا کہ کوئی شخص یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لیتا کہ ایک بڑے جادوگر نے چھوٹے جادوگروں کو نیچا دکھا دیا، بلکہ ان کا سجدے میں گر کر اللہ رب العالمین پر ایمان لے آنا گویا بر سرِ عام ہزارہا باشندگانِ مصر کے سامنے اس بات کا اقرار و اعلان تھا کہ موسیٰ جو کچھ لائے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرعون نے کہا "تم موسیٰ کی بات مان گئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دیتا! ضرور یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے؎۔ اچھا، ابھی تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے، میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا اور تم سب کو سولی چڑھا دوں گا"؎

انہوں نے جواب دیا "کچھ پرواہ نہیں، ہم اپنے رب کے حضور پہنچ جائیں گے۔ اور ہمیں توقع ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ معاف کر دے گا کیونکہ سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں"؎ ع

یہ ہمارے فن کی چیز ہی نہیں ہے، یہ کام تو صرف اللہ رب العٰلمین ہی کی قدرت سے ہو سکتا ہے۔

؎ یہاں چونکہ سلسلۂ کلام کی مناسبت سے صرف یہ دکھانا ہے کہ ایک ضدّی اور ہٹ دھرم آدمی کس طرح ایک صریح معجزہ دیکھ کر، اور اس کے معجزہ ہونے پر خود جادوگروں کی شہادت سن کر بھی اسے جادو کہے جاتا ہے، اس لیے فرعون کا صرف اتنا ہی فقرہ نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ لیکن سورۂ اعراف میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ فرعون نے بازی ہرتی دیکھ کر فوراً ہی ایک سیاسی سازش کا افسانہ گھڑ لیا۔ اس نے کہا اِنَّ ھٰذَا لَمَکْرٌ مَّکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْھَآ اَھْلَھَا، یہ ایک سازش ہے جو تم لوگوں نے مل کر اس دارالسلطنت میں بنائی ہے تاکہ اس کے مالکوں کو اقتدار سے بے دخل کر دو۔ اس طرح فرعون نے عوام الناس کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ جادوگروں کا یہ ایمان معجزے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ محض ملی بھگت ہے۔ یہاں آنے سے پہلے ان کے اور موسیٰ کے درمیان معاملہ طے ہو گیا تھا کہ یوں وہ موسیٰ کے مقابلے میں آ کر شکست کھائیں گے، اور نتیجے میں جو سیاسی انقلاب ہوگا اس کے مزے وہ اور یہ مل کر لوٹیں گے۔

؎ یہ خوفناک دھمکی فرعون نے اپنے اس نظریے کو کامیاب کرنے کے لیے دی کہ جادوگر دراصل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سازش کر کے آئے ہیں۔ اس کے پیشِ نظر یہ تھا کہ اس طرح یہ لوگ جان بچانے کے لیے سازش کا اعتراف کر لیں گے اور وہ ڈرامائی اثر کافور ہو جائے گا جو شکست کھاتے ہی اُن کے سجدے میں گر کر ایمان لے آنے سے اُن ہزارہا ناظرین پر مترتب ہوا تھا جو خود اس کی دعوت پر یہ فیصلہ کن مقابلہ دیکھنے کے لیے جمع ہوئے تھے اور جنہیں خود اس کے بھیجے ہوئے لوگوں نے یہ خیال دلایا تھا کہ مصری قوم کا دین و ایمان بس ان جادوگروں کے سہارے ٹک رہا ہے، یہ کامیاب ہوں تو قوم اپنے دینِ آبائی پر قائم رہ سکے گی ورنہ موسیٰ کی دعوت کا سیلاب اُسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ "راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ، تمہارا پیچھا کیا جائیگا"

اور اس کے ساتھ فرعون کی سلطنت کو بھی بہا لے جائے گا۔

۵؎ یعنی ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا تو بہر حال ایک نہ ایک دن ضرور ہے۔ اب اگر تو قتل کر دیگا تو اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگا کہ وہ دن جو کبھی آنا تھا، آج آجائے گا۔ اس صورت میں ڈرنے کا کیا سوال۔ ہمیں تو الٹی مغفرت اور خطا بخشی کی امید ہے کیونکہ آج اس جگہ حقیقت کھلتے ہی ہم نے مان لینے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہ کی اور اس پورے مجمع میں سب سے پہلے پیش قدمی کر کے ہم ایمان لے آئے۔ جادوگروں کے اس جواب نے دو باتیں تمام اس خلقت کے سامنے واضح کر دیں جسے فرعون نے ڈھنڈورے پیٹ کر جمع کیا تھا۔

اوّل یہ کہ فرعون نہایت جھوٹا، ہٹ دھرم اور مکار ہے۔ جو مقابلہ اس نے خود فیصلے کے لیے کرایا تھا اس میں موسیٰ علیہ السلام کی کھلی کھلی فتح کو سیدھی طرح مان لینے کے بجائے اب اس نے فوراً ایک جھوٹی سازش کا افسانہ گھڑ لیا اور قتل و تعذیب کی دھمکی دے کر زبردستی اس کا اقرار کرانے کی کوشش کی۔ اس افسانے میں ذرہ برابر بھی کوئی صداقت ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ جادوگر ہاتھ پاؤں کٹوانے اور سولی پر چڑھ جانے کے لیے یوں تیار ہو جاتے۔ ایسی کسی سازش سے اگر کوئی سلطنت مل جانے کا لالچ تھا تو اب اس کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کیونکہ سلطنت کے مزے تو جو لوٹے گا سو لوٹے گا، ان غریبوں کے حصے میں تو صرف کٹ کٹ کر جان دینا ہی رہ گیا ہے۔ اس ہولناک خطرے کو انگیز کر کے بھی ان جادوگروں کا اپنے ایمان پر قائم رہنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ سازش کا الزام سراسر جھوٹا ہے اور سچی بات یہی ہے کہ جادوگر اپنے فن میں ماہر ہونے کی وجہ سے ٹھیک ٹھیک جان گئے ہیں کہ جو کچھ موسیٰ علیہ السلام نے دکھایا ہے وہ ہرگز جادو نہیں ہے بلکہ واقعی اللہ رب العٰلمین ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

دوسری بات جو اس وقت ملک کے گوشے گوشے سے سمٹ کر آئے ہوئے ہزارہا آدمیوں کے سامنے کھل کر آگئی وہ یہ تھی کہ اللہ رب العٰلمین پر ایمان لاتے ہی ان جادوگروں میں کیسا زبردست اخلاقی انقلاب واقع ہو گیا۔ کہاں تو ان کی پستیٔ ذہن و فکر کا یہ حال تھا کہ دینِ آبائی کی نصرت کے لیے آئے تھے اور فرعون کے آگے ہاتھ جوڑ جوڑ کر انعام مانگ رہے تھے، اور کہاں اب آن کی آن میں ان کی بلندیٔ ہمت و عزم اس درجے کو پہنچ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پر فرعون نے (فوجیں جمع کرنے کے لیے) شہروں میں نقیب بھیج دیئے (اور کہلا بھیجا) کہ "یہ کچھ مٹھی بھر

گئی کہ وہی فرعون ان کی نگاہ میں ہیچ ہو گیا، اس کی بادشاہی کی ساری طاقت کو انہوں نے ٹھوکر ماردی، اور اپنے ایمان کی خاطر وہ موت اور بدترین جسمانی تعذیب تک برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس سے بڑھ کر مصریوں کے دینِ شرک کی تذلیل اور موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دینِ حق کی مؤثر تبلیغ اس نازک نفسیاتی موقع پر شاید ہی کوئی اور ہو سکتی تھی۔

۵ے اوپر کے واقعات کے بعد ہجرت کا ذکر شروع ہو جانے سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس کے بعد بس فوراً ہی حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل سمیت مصر سے نکل جانے کے احکام دے دیئے گئے۔ دراصل یہاں کئی سال کی تاریخ بیچ میں چھوڑ دی گئی ہے جسے سورۂ اعراف رکوع ۱۵-۱۶، اور سورۂ یونس رکوع ۹ میں بیان کیا جا چکا ہے، اور جس کا ایک حصہ آگے سورۂ مومن رکوع ۲-۵ میں آرہا ہے۔ یہاں چونکہ سلسلۂ کلام کی مناسبت سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جس فرعون نے صریح نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود یہ ہٹ دھرمی دکھائی تھی اس کا انجام آخر کار کیا ہوا، اور جس دعوت کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی طاقت تھی وہ کس طرح کامیابی سے ہمکنار ہوئی، اس لیے فرعون اور حضرت موسیٰ کی کشمکش کے ابتدائی مرحلے کا ذکر کرنے کے بعد اب قصہ مختصر کر کے اُس کا آخری منظر دکھایا جا رہا ہے۔

۷ے واضح رہے کہ بنی اسرائیل کی آبادی مصر میں کسی ایک جگہ مجتمع نہ تھی بلکہ ملک کے تمام شہروں اور بستیوں میں بٹی ہوئی تھی اور خصوصیت کے ساتھ ممفس سے لے کر رعمسیس تک اُس علاقے میں ان کی بڑی تعداد آباد تھی جسے جُشن کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا (ملاحظہ ہو نقشہ "خروج بنی اسرائیل" تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۷۶)۔ لہٰذا حضرت موسیٰ کو جب حکم دیا گیا ہوگا کہ اب تمہیں بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکل جانا ہے تو انہوں نے بنی اسرائیل کی تمام بستیوں میں ہدایات بھیج دی ہوں گی کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ ہجرت کے لیے تیار ہو جائیں، اور ایک خاص رات مقرر کر دی ہو گی کہ اُس رات ہر بستی کے مہاجرین نکل کھڑے ہوں۔ یہ ارشاد کہ "تمہارا پیچھا کیا جائیگا" اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہجرت کے لیے رات کو نکلنے کی ہدایت کیوں کی گئی تھی یعنی قبل اس کے کہ فرعون لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں نکلے۔ تم راتوں رات اپنا راستہ اس حد تک طے کر لو کہ اس سے بہت آگے نکل چکے ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگ ہیں، اور انہوں نے ہم کو بہت ناراض کیا ہے، اور ہم ایک ایسی جماعت ہیں جس کا شیوہ ہر وقت چوکنا رہنا ہے۸ ۔" اس طرح ہم انہیں ان کے باغوں اور چشموں اور خزانوں اور ان کی بہترین قیام گاہوں سے نکال لائے۹

۸ یہ باتیں فرعون کی اُس چھپی ہوئی خوف زدگی کو ظاہر کرتی ہیں جس پر وہ بے خوفی کا نمائشی پردہ ڈال رہا تھا۔ ایک طرف وہ جگہ جگہ سے فوجیں بھی فوری امداد کے لیے بلا رہا تھا جو اس بات کی کھلی علامت تھی کہ اسے بنی اسرائیل سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ دوسری طرف وہ اس بات کو چھپانا بھی چاہتا تھا کہ مدتہائے دراز کی دبی اور پسی ہوئی قوم جو انتہائی ذلت کی غلامی میں زندگی بسر کر رہی تھی، اس سے فرعون جیسا قاہر فرمانروا کوئی خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ اسے فوری امداد کے لیے فوجیں طلب کرنے کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ اس لیے وہ اپنا پیغام اس انداز میں بھیجتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل بیچارے چیز ہی کیا ہیں، کچھ مٹھی بھر لوگ ہیں جو ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے، لیکن انہوں نے ایسی حرکتیں کی ہیں کہ ہمیں ان پر غصہ آگیا ہے اس لیے ہم انہیں سزا دینا چاہتے ہیں، اور فوجیں ہم کسی خوف کی وجہ سے جمع نہیں کر رہے ہیں بلکہ یہ صرف ایک احتیاطی کارروائی ہے، ہماری دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ کوئی بعید سے بعید بھی امکانی خطرہ ہو تو ہم بروقت اس کی سرکوبی کرنے کے لیے تیار رہیں۔

۹ یعنی فرعون نے تو یہ کام اپنے نزدیک بڑی عقلمندی کا کیا تھا کہ دور دور سے فوجیں طلب کر کے بنی اسرائیل کو دنیا سے مٹا دینے کا سامان کیا، لیکن خدائی تدبیر نے اُس کی چال اس پر یوں الٹ دی کہ دولتِ فرعونیہ کے بڑے بڑے ستون اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر اس جگہ جا پہنچے جہاں انہیں اور ان کے سارے لاؤ لشکر کو ایک ساتھ غرق ہونا تھا۔ اگر وہ بنی اسرائیل کا پیچھا نہ کرتے تو نتیجہ صرف اتنا ہی ہوتا کہ ایک قوم ملک چھوڑ کر نکل جاتی۔ اس سے بڑھ کر ان کا کوئی نقصان نہ ہوتا اور وہ حسبِ سابق اپنے عیش کدوں میں بیٹھے زندگی کے مزے لوٹتے رہتے۔ لیکن انہوں نے کمال درجہ کی ہوشیاری دکھانے کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کو بخیریت نہ گزر جانے دیں بلکہ ان کے مہاجر قافلوں پر یکبارگی حملہ کر کے ہمیشہ کے لیے ان کا قلع قمع کر دیں۔ اس غرض کے لیے ان کے شہزادے اور بڑے بڑے سردار اور اعیانِ سلطنت خود بادشاہ ذی جاہ سمیت اپنے محلوں سے نکل آئے، اور اسی دانائی نے یہ دوہرا نتیجہ دکھایا کہ بنی اسرائیل مصر سے نکل بھی گئے اور مصر کی ظالم فرعونی سلطنت کا تمام تر لشکر نذرِ دریا بھی ہو گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تو ہُوا ان کے ساتھ، اور (دوسری طرف) بنی اسرائیل کو ہم نے ان سب چیزوں کا وارث کر دیا۔[۱۰]

[۱۰] بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ جن باغوں، چشموں، خزانوں اور بہترین قیام گاہوں سے یہ ظالم لوگ نکلے تھے انہی کا وارث اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کر دیا۔ یہ مطلب اگر لیا جائے تو اس کے معنی لازماً ہونے چاہئیں کہ فرعون کے غرق ہو جانے پر بنی اسرائیل پھر مصر واپس پہنچ گئے ہوں اور آلِ فرعون کی جگہ انہوں نے لے لی ہو لیکن یہ چیز تاریخ سے بھی ثابت نہیں ہے اور خود قرآن مجید کی تصریحات سے بھی اس آیت کا یہ مفہوم مطابقت نہیں رکھتا۔ سورۂ بقرہ، سورۂ مائدہ، سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں جو حالات بیان کیے گئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل مصر کی طرف پلٹنے کے بجائے اپنی منزل مقصود (فلسطین) ہی کی طرف آگے روانہ ہو گئے اور پھر حضرت داؤد کے زمانے تک ان کی تاریخ میں جو واقعات بھی پیش آئے وہ سب اس علاقے میں پیش آئے جو آج جزیرہ نمائے سینا، شمالی عرب، شرق اردن اور فلسطین کے ناموں سے موسوم ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک آیت کا صحیح مفہوم یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہی باغ اور چشمے اور خزانے اور محلات بنی اسرائیل کو بخش دئیے جن سے فرعون اور اس کی قوم کے سردار اور امراء نکالے گئے تھے، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف آلِ فرعون کو ان نعمتوں سے محروم کیا اور دوسری طرف بنی اسرائیل کو یہی نعمتیں عطا فرما دیں، یعنی وہ فلسطین کی سرزمین میں باغوں، چشموں، خزانوں اور عمدہ قیام گاہوں کے مالک ہوئے۔ اسی مفہوم کی تائید سورۂ اعراف کی یہ آیت کرتی ہے: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (رکوع ۱۶) "تب ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور ان سے بے پروا ہو گئے تھے۔ اور ان کی بجائے ہم نے اُن لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا۔"

یہ برکتوں سے مالا مال زمین کا استعارہ قرآن مجید میں عموماً فلسطین ہی کے لیے استعمال ہوا ہے اور کسی علاقے کا نام لیے بغیر جب اس کی یہ صفت بیان کی جاتی ہے تو اس سے یہی علاقہ مراد ہوتا ہے۔ مثلاً سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ۔ اور سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صبح ہوتے یہ لوگ ان کے تعاقب میں چل پڑے۔ جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھی چیخ اٹھے کہ "ہم تو پکڑے گئے"۔ موسیٰ نے کہا "ہرگز نہیں۔ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا[۱۱]"۔ ہم نے موسیٰ کو وحی کی "مار اپنا عصا سمندر پر"۔ یکایک سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک عظیم الشان پہاڑ کی طرح ہو گیا[۱۲]۔ اسی جگہ ہم دوسرے گروہ کو بھی قریب لے آئے[۱۳]۔ موسیٰ

الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا لِلْعٰلَمِیْنَ۔ اور وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَۃً تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا۔ اسی طرح سورہ سبا میں بھی اَلْقُرَی الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا کے الفاظ سرزمین شام و فلسطین ہی کی بستیوں کے متعلق استعمال ہوئے ہیں۔

[۱۱] یعنی مجھے اس آفت سے بچنے کی راہ بتلائے گا۔

[۱۲] اصل الفاظ ہیں کالطود العظیم۔ طود عربی زبان میں کہتے ہی بڑے پہاڑ کو ہیں۔ لسان العرب میں ہے الطود، الجبل العظیم۔ اس کے لیے پھر عظیم کی صفت لانے کے معنی یہ ہوئے کہ پانی دونوں طرف بہت اونچے پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کام ایک طرف بنی اسرائیل کے پورے قافلے کو گزارنے کے لیے کیا گیا تھا اور دوسری طرف اس سے مقصود فرعون کے لشکر کو غرق کرنا تھا، تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پانی ان نہایت بلند پہاڑوں کی شکل میں اتنی دیر تک کھڑا رہا کہ ہزاروں لاکھوں بنی اسرائیل کا مہاجر قافلہ اس میں سے گزر بھی گیا اور پھر فرعون کا پورا لشکر ان کے درمیان پہنچ بھی گیا۔ ظاہر ہے کہ عام قانونِ فطرت کے تحت جو طوفانی ہوائیں چلتی ہیں وہ خواہ کیسی ہی تند و تیز ہوں، ان کے اثر سے کبھی سمندر کا پانی اس طرح عالی شان پہاڑوں کی طرح اتنی دیر تک کھڑا نہیں رہا کرتا۔ اس پر مزید سورہ طٰہٰ کا یہ بیان ہے کہ فَاضْرِبْ لَھُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا "ان کے لیے سمندر میں سوکھا راستہ بنا دے"۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سمندر پر عصا مارنے سے صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ سمندر کا پانی ہٹ کر دونوں طرف پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا، بلکہ بیچ میں جو راستہ نکلا وہ خشک بھی ہو گیا، کوئی کیچڑ ایسی نہ رہی جو چلنے میں مانع ہوتی۔ یہ صریحاً ایک معجزے کا بیان ہے اور اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے جو اس واقعے کی تعبیر عام قوانینِ فطرت کے تحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد سوم صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان سب لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، ہم نے بچا لیا، اور دوسروں کو غرق کر دیا۔
اس واقعہ میں ایک نشانی ہے[۱۱]، مگر ان لوگوں میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے
کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی ؏ ع

[۱۰] یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو۔

[۱۱] یعنی قریش کے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ ہٹ دھرم لوگ کھلے کھلے معجزات دیکھ کر بھی کس طرح ایمان لانے سے انکار ہی کیے جاتے ہیں اور پھر اس ہٹ دھرمی کا انجام کیسا دردناک ہوتا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم کے تمام سرداروں اور ہزارہا لشکریوں کی آنکھوں پر ایسی پٹی بندھی ہوئی تھی کہ سالہا سال تک جو نشانیاں ان کو دکھائی جاتی رہیں ان کو تو وہ نظر انداز کرتے ہی رہے تھے، آخر میں عین غرق ہونے کے وقت بھی ان کو یہ نہ سوجھا کہ سمندر اس قافلے کے لیے پھٹ گیا ہے، پانی پہاڑوں کی طرح دونوں طرف کھڑا ہے اور بیچ میں سوکھی سڑک سی بنی ہوئی ہے۔ یہ صریح علامتیں دیکھ کر بھی ان کو عقل نہ آئی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خدائی طاقت کام کر رہی ہے اور وہ اس طاقت سے لڑنے جا رہے ہیں۔ ہوش ان کو آیا بھی تو اس وقت جب پانی نے دونوں طرف سے ان کو دبوچ لیا تھا اور وہ خدا کے غضب میں گھر چکے تھے۔ اس وقت فرعون چیخ اٹھا کہ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس: رکوع ۹)۔
دوسری طرف اہل ایمان کے لیے بھی اس میں یہ نشانی ہے کہ ظلم اور اس کی طاقتیں خواہ بظاہر کیسی ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہوں، آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے حق کا یوں بول بالا ہوتا ہے اور باطل اس طرح سرنگوں ہو کر رہتا ہے۔

(بقیہ اشارات) ایک زبردست انقلابی طاقت بن کر اٹھیں گے۔ اُس وقت ہمیں اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے غیر مسلم اقوام کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑے گا، بلکہ خود غیر مسلم اقوام اپنے معاملات کا تصفیہ کرنے کے لیے ہماری طرف رجوع کریں گی ہم انشاء اللہ دنیا کی ایک بہت بڑی اخلاقی قوت ہوں گے جس سے پوری انسانیت کو امن و سکون حاصل ہوگا۔

© rasailojaraid.com